غزل

از

(جناب عتیق انجمی مالیگانوی)

مرنے کے لئے تو جیتے ہیں، جینے کے لئے مر جائیں گے
آغاز ہمیں شرماتا ہے انجام کو ہم شرمائیں گے

یہ علم ہے کیا نیت ہوگی، یہ ہوش ہے کیا فرمائیں گے
وہ آئیں تو مجھ کو سمجھانے، سمجھونگا جو کچھ سمجھائیں گے

آغاز میں پردہ ہوتا ہے، انجام میں کیا شرمائیں گے
اے ڈھونڈنے والے فکر نہ کر وہ سامنے آ ہی جائیں گے

اس رازِ تغیر کا شاید، صیاد کو اب تک علم نہیں
تنکے ہی نشیمن بنتے ہیں، تنکے ہی قفس بن جائیں گے

کیوں بزمِ طرب سے اُٹھ جائیں، کیوں ذوقِ نظر کو ٹھکرائیں
الزام ہمیں پر آتے ہیں، الزام ہمیں پر آئیں گے

موجوں کے تھپیڑے سہنے دو، نظارۂ ساحل رہنے دو
جس رو میں بہیں ہم بہنے دو، ڈوبے تو اُبھر بھی آئیں گے

موجوں کی سیاست کچھ بھی سہی، احساس کر، مایوس نہ ہو
اے ڈوبنے والے راہ تو دے، طوفان گذر ہی جائیں گے

اے ذوقِ نشیمن گلشن سے، کچھ دور ہی رہنا اچھا ہے
پھولوں کی تباہی کے بدلے، کانٹوں سے نکالے جائیں گے

آدابِ قفس کی عظمت سے، دنیا کو عتیق آگاہ کرو
اربابِ چمن کا شکوہ کیا، یہ راہ پہ آ ہی جائیں گے